بسم اللہ الرحمن الرحیم
رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم
انہ آوی القریۃ

الحکم

روز دوشنبہ
سنہ ۱۳۲۱ ہجری
حضرت قادیان دارالامان

چہ گویم با تو گر آئی چہ در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی ... دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

جلد | مورخہ ۲۴ اگست سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۳۰ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۱ ہجری | نمبر ۳۱

کلماتِ طیبات حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

۳۰ جولائی ۱۹۰۳ء

صداقت کا معیار اعدا پر غلبہ ہے۔

فرمایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو کس کو معلوم تھا کہ آپ کے ذریعہ سے اسلام اس طرح دُنیا میں پھیل جاوے گا جب آپ نے دعویٰ کیا تو وہی تین چار آدمی آپ کے ہمراہ تھے جو کہ مسلمان ہو گئے تھے اور ابو جہل وغیرہ آپ کو کیسے حقیر خیال کرتے تھے لیکن اگر اب وہ زندہ ہوں تو اون کو پتہ لگے کہ جسے وہ حقیر و ذلیل خیال کرتے تھے خدا تعالیٰ نے اوس کی کیا عزت کی ہے۔

اعدا کی ناکامی اور اپنی کامیابی پر فرمایا کہ اس کے متعلق حال میں پیشگوئی بھی ہوئی ہے اگرچہ وہ ایک رنگ میں پوری ہو چکی ہے تاہم خدا جانے کس طور پر اس کے پورا ہونے کے لئے کیا منشاء رکھتا ہے۔ اصل حدیث پیشگوئیوں کی یہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ ہے جو کہ تحت کے اسباب کو چاہتا ہے۔

دُنیا میں حق پسند بہت تھوڑے ہیں اور خیال پرست بہت زیادہ ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ اکثر ذی وجاہت لوگوں کو اپنے برگزیدوں کے ساتھ کر دیا کرتا ہے تاکہ عوام الناس اون کے ذریعہ سے ہدایت پاویں کیونکہ عوام الناس میں حق پسندی اور صحیح عقل کم ہوتی ہے اس لئے وہ جب بڑے آدمیوں کو دیکھکر اون کے ذریعہ داخل ہوتے اور ہدایت پاتے ہیں۔

۳۱ جولائی ۱۹۰۳ء

اسم جلال اور ہادی کی تجلی۔

بعض زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے اسم جلال کی تجلی ہوتی ہے اور بعض زمانہ میں اسم ہادی کی تجلی۔ جنگ اور جہاد میں لوگ جس اسم کی تجلی ہوتی ہے اس کے نیچے ہوتے ہیں اور اپنے رنگ میں اس سے استفادہ کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے۔ اسم جلال کی تجلی کا زمانہ گذر چکا۔ اور اب اسم ہادی کی تجلی کا وقت آیا ہے۔ اسی واسطے خود بخود طبیعتوں میں دین کفر اور شرک سے ایک بیزاری پیدا ہو رہی ہے۔ جو عیسائی مذہب کے پیرو تھا۔ ہر طرف کو خبریں آ رہی ہیں کہ دُنیا میں ایک شور پڑ گیا ہے اور وہ وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید دُنیا پر پھیلے اور وہ شناخت کیا جاوے اس کی طرف اشارہ کر کے براہین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف اور پھر ایک جگہ فرمایا ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ جن لوگوں کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ زمانہ انقلابات کا زمانہ ہے۔ ہر قسم کے انقلابات ہو رہے ہیں اور یہ سب انقلاب ایک آنیوالے زمانہ کی خبر دیتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے تقدس و جلال کامل طور پر ظاہر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس قوم میں فسق و فجور پیدا ہو جاتا ہے۔ فاسق چونکہ ناشکر گذار ہوتے ہیں اور فسق کی بنیاد ریت پر ہوتی ہے اس لئے وہ جلد تباہ ہوتے ہیں ذرا سا مقابلہ ہو اور سختی پڑے تو برداشت کی طاقت نہیں رکھتے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ براہین احمدیہ میں مسیح کے دوبارہ آنے کا اقرار درج ہے خدا تعالیٰ نے پہلے ہی کیوں ظاہر نہ کر دیا۔ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ہمکو بتایا ہم نے ظاہر کر دیا اور یہی ہماری سچائی کی دلیل ہے اگر منصوبہ بازی ہوتی تو ایسا کیوں لکھتے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس براہین میں میرا نام عیسیٰ بھی رکھا گیا ہے۔ اس کی بنیاد براہین سے پڑی ہوئی ہے اور علاوہ ازیں سنت اللہ اسی طرح

اب اصل واقعہ سنیئے وہ صرف اسقدر ہی کہ مجھ سے ایک نو وارد فیروز پوری مرزائی نے دوران گفتگو میں بیان کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بالکل خاموش ہیں اور کچھ نہیں بکتے اسکی بعض اور مرزائیوں نے بھی جو وہاں موجود تھے تصدیق کی بس اس کا ذکر میں نے سید عبد الودود صاحب سے کیا انھوں نے مولانا مذکور کو خط لکھا جو اوپر نقل کیا گیا اس کے سوا جو کچھ ہے مجھسے کسی مرزائی نے نہیں کہا اور نہ یہ کہا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا صاحب کو مسیح تسلیم کرلیا اور نہ میں نے اسکے طبع ہونے کی اجازت دی اور نہ میں اس سے خبردار ہوں خیر اب میں مولوی سید عبد الودود صاحب کو خبردار کرتا ہوں کہ خلاف واقعہ امور شائع نہ کریں آخر میں یہ بھی بتلاتا ہوں کہ مجھ سے اور اڈیٹر شحنۂ ہند سے خط وکتابت نہ تھی اسوجہ سے وہ نہ جان سکے کہ فرضی مضمون ہے یا اصلی اور واقعہ کیا ہے کیونکہ اگر وہ واقعہ سے خبردار ہوتے تو ہرگز شائع نہ کرتے اسلیے ان سے کسی قسم کی شکایت نہیں

ابو السخا محمد رفعت اللہ خان محلہ اڑہ
متصل چوکی پولیس مکان نمبر ۲۴
از شاہجہانپور روہیلکھنڈ

ناظرین یہ ہیں آج کل کے مولوی کہلانے والے حضرات اور یہ ہیں انکی کرتوت کجا کسی مسافر کا یہ قول کہ مولوی محمد حسین صاحب اب خاموش ہیں اور کچھ نہیں کہتے اور کجا یہ بے سر وپا طومار اتہام کہ اس سے قبل اہل حدیث کو یہاں کے بعض مرزائی یہ دھوکا دیتے تھے کہ اب عرصہ سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرزا صاحب کی حقانیت کے قائل ہو گئے ہیں اور مرزا کو مسیح موعود تسلیم کرنے لگے ہیں اور عنقریب وہ کھلم کھلا بھی اقرار کرینگے اسیوجہ سے کہ اب انھوں نے بہت عرصہ سے مرزا کے خلاف کچھ نہیں لکھا اور کوئی اشتہار و رسالہ وغیرہ انکی تردید میں شائع نہیں کیا اس بیان کی تصدیق بڑے زور شور سے اس نو وارد مرزائی نے بھی کی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم لیکن اس کارروائی پر کچھ بھی تعجب نہیں کیونکہ ان بیچاروں کے پاس اسی قسم کی چالبازیوں یا گالی گلوچ اور کفر کے فتوے کے اور ہے کیا آخر کسی طرح اپنا دل بھی خوش کریں کہ نہیں اور بالخصوص ابو داؤد مولانا مولوی سید عبد الودود صاحب پر تو اور بھی کوئی وجہ تعجب کی نہیں کیونکہ انجناب کی یہ کوئی نئی ذہانت تو ہے نہیں بلکہ آپ تو اس سے قبل بارہا مختلف لباسوں میں جلوہ فرما کر اس معاملہ میں ایک خاص مشق حاصل فرما چکے ہیں چنانچہ گذشتہ مہینہ کے کسی ضمیمہ میں بھی جناب والا ہی نے کرم فرمایا ہے اور محمد ظہور خان دکاندار بازار بہادر گنج کی طرف سے ایک مضمون شائع کرکے اسی قسم کی چالبازی اور بہتان سازی کو عزت بخشی ہے۔

اور محمد ظہور خان ہیں کہ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور کئی آدمیوں کے سامنے کہہ چکے ہیں کہ یہ مضمون میرا نہیں بلکہ اسمیں جو جھوٹی باتیں شائع ہوئی ہیں انکے لیے میں ممانعت کرتا رہا لیکن صاحب مضمون نے نہ مانا اور پھر طرہ یہ کہ میرے نام سے مضمون شائع کر دیا۔ ہم نے چاہا کہ محمد ظہور خان ہمکو صاحب مضمون کا نام بتادیں مگر اس سے انھوں نے انکار کیا چونکہ جناب مولانا ابو داؤد سید محمد عبد الودود صاحب محمد ظہور خان کے یہاں اکثر نشست برخاست رکھتے تھے اسوجہ سے گمان غالب یہی ہے کہ یہ تکلیف بھی ہماری خاطر مولانا ہی نے گوارا فرمائی ہے۔ ہمارے مولانا کی نظر توجہ ضمیمہ شحنۂ ہند تک ہی محدود نہیں بلکہ بعض اوقات انجناب دور دور دراز مقامات کی سیر بھی فرمانے لگتے ہیں۔ چنانچہ مطالعہ ریاض الاخبار مطبوعہ ۸ نومبر ۱۹۰۲ء سے ہمارے بیان کی کماحقہ تصدیق ہو سکتی ہے جس میں زیر عنوان اراکین ندوۃ العلماء اور مرزا صاحب قادیانی پورے چار کالم کا ایک لمبا مراسلہ محمد حنیف کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جسکا ماحصل یہ ہے کہ "وہ کہ جب مرزا صاحب باوجود بار بار بلائے جانے کے ندوۃ العلماء امرتسر میں تشریف نہ لے گئے تو چالیس علماء وفضلا کی ایک جماعت بغرض تصفیہ امور متنازعہ قادیان پہونچے مگر مرزا صاحب نے اسہال وپیچش کا بہانہ کرکے ملاقات تک نہ کی وغیرۃ الخرافات والمہذیانات۔

چونکہ مولانا ابو داؤد سید محمد عبد الودود صاحب کی کارروائیوں کا ہمکو اچھی طرح علم ہو گیا ہے لہذا یہ کہدینے میں ہمکو کیا تامل ہو سکتا ہے کہ غالباً وہ مراسلہ بھی صاحب مصدر الذکر ہی کا ایک ننھا سا کرشمہ تھا۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ ہمارے مولانا ابو داؤد سید محمد عبد الودود صاحب ہیں بڑے زندہ دل اور ہنس مکھ انسان وہ اپنے دل بہلاتے اور اپنے احباب کو خوش کرنے کی تجویز کوئی نہ کوئی چٹکلہ چھوڑ ہی دیتے ہیں حتی کہ اس خیال کی محویت کا دائرہ یہانتک وسیع ہو جاتا ہے اور ایک ایسی استغراقی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ مولانا کو اچھے برے جھوٹھ سچ سفید وسیاہ میں مطلق امتیاز باقی نہیں رہتا۔

ابھی ہمکو مولانا موصوف کی ایک سرباز خطسے (جو انھوں نے سہسوان سے ایک اپنے شناسا کے پاس بھیجا ہے) معلوم ہوا ہے کہ اب مولانا نے کرزن گزٹ کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے اور مولانا کو اصرار ہے کہ اس ہفتہ کا کرزن گزٹ ضرور دیکھا جائے۔ دیکھیے مولانا وہاں کیا رنگ لاتے ہیں اور کس انداز سے رنگ لاتے اور کس انداز سے جلوہ فرماتے ہیں لیکن مولانا اب کوئی وضع پسند فرمائیں تاڑنے والی نظروں سے پوشیدگی محال ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

خاکسار مختار احمد احمدی شاہجہانپوری
۱۷ اگست ۱۹۰۳ء

سوال

نوع جن نوع انس سے کوئی علحدہ نوع ہے یا انس کی اصناف سے ہی کوئی صنف ہو جیسا کہ رومی خاکی ہندی وغیرہ

الجواب

میرے نزدیک نوع جن نوع انس سے ایک علحدہ نوع ہے خواہ حقیقت اور ماہیت انکی کچھ ہی ہو لیکن انس کی صنف ہونا خلاف لغت ونصوص شرعیہ کے ہے مختار الصحاح میں لکھا ہے الجن ضد الانس قال اللہ تعالیٰ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین یعنی پیدا کیا تونے مجھکو آگ سے اور پیدا کیا تونے آدم کو مٹی سے اس قول کا رد اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا پس معلوم ہوا کہ خلقت جن خلقت انس سے علحدہ ہے ایضاً واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن اس آیت میں ابلیس کو جن میں سے ہونا ارشاد فرمایا نہ انس میں سے ایضاً قال اللہ تعالیٰ وانا لمسنا السماء فوجدناھا ملئت حرسا شدیدا وشھبا سورہ جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یہ کہ ٹٹولا ہم نے آسمان کو پس پایا ہمنے اسکو بھرا ہوا چوکیداروں سخت اور مشعلوں سے۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ وانا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع فمن یستمع الآن

اب اصل واقعہ سنیے وہ صرف اس قدر ہے کہ مجھ سے ایک نو وارد فیروزپوری مرزائی نے دوران گفتگو میں بیان کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بالکل خاموش ہیں اور کچھ نہیں لکھتے اسکی بعض اور مرزائیوں نے بھی جو وہاں موجود تھے تصدیق کی بس اس کا ذکر میں نے سید عبد الودود صاحب سے کیا انھوں نے مولانا مذکور کو خط لکھا جو اوپر نقل کیا گیا اس کے سوا جو کچھ ہے مجھ سے کسی مرزائی نے نہیں کہا اور نہ یہ کہا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا صاحب کو مسیح تسلیم کر لیا اور مجھکو اسکے طبع ہونے کی اجازت دی اور نہ میں اس سے خبردار ہوں خیر اب میں مولوی سید عبد الودود صاحب کو خبردار کرتا ہوں کہ خلاف واقعہ امور شائع نہ کریں آخر میں یہ بھی بتلاتا ہوں کہ مجھ سے اور اڈیٹر شحنہ ہند سے خط وکتابت نہیں اسوجہ سے وہ نہ جان سکے کہ فرضی مضمون ہے یا اصلی اور واقعہ کیا ہے کیونکہ اگر وہ واقعہ سے خبردار ہوتے تو ہرگز شائع نہ کرتے اسلیے ان سے کسی قسم کی شکایت نہیں

ابو الحسنیٰ محمد نعمت اللہ خان محلہ اڈہ متصل چوکی پولیس مکان نمبر ۲۴ از شاہجہانپور روہیلکھنڈ

ناظرین یہ ہیں آج کل کے مولوی کہلانے والے حضرات الحمد للہ آپکی کرتوت کیا کسی سازش کا یہ قول کہ مولوی محمد حسین صاحب خاموش ہیں اور کچھ نہیں لکھتے اور کہاں یہ سر پا افترا اشتہار کہ اس سے قبل اہل حدیث کو یہاں کے بعض مرزائی یہ دھوکا دیتے تھے کہ اب عرصہ سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرزا صاحب کی حقانیت کے قائل ہو گئے ہیں اور مرزا کو مسیح موعود تسلیم کرنے لگے ہیں اور عنقریب وہ کھلم کھلا بھی اقرار کریں گے اسوجہ سے کہ انھوں نے بہت عرصہ سے مرزا کے خلاف کچھ نہیں لکھا اور نہ کوئی اشتہار و رسالہ وغیرہ انکی تردید میں شائع نہیں کیا اس بیان کی تصدیق بڑے زور شور سے اس نو وارد مرزائی نے بھی کی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم لیکن اس کارروائی پر کچھ بھی تعجب نہیں کیونکہ ان بیچاروں کے پاس بھی اسی قسم کی چالبازیاں یا گالی گلوچ اور کفر کے فتوے کے سوا ہے کیا؟ آخر کسی طرح اپنا دل بھی خوش کریں کہ نہیں اور بالخصوص ابو داؤد مولانا مولوی سید عبد الودود صاحب پر تو اور بھی

کوئی وجہ تعجب کی نہیں کیونکہ آنجناب کی یہ کوئی نئی ذہانت تو ہے نہیں بلکہ آپ تو اس سے قبل بار بار مختلف لباسوں میں جلوہ فرما کر اس معاملہ میں ایک خاص حق حاصل فرما چکے ہیں چنانچہ گذشتہ مہینے کے کسی پرچہ میں بھی جناب والا ہی نے کرم فرمایا ہے اور محمد ظہور خان دکاندار بازار بہادر گنج کی طرف سے ایک مضمون شائع کر کے اسی قسم کی چالبازی اور بہتان سازی کو عزت بخشی ہے۔

اور محمد ظہور خان ہیں کہ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور کبھی آدمیوں کے سامنے کہتے ہیں کہ یہ مضمون میرا نہیں بلکہ اسمیں جو جھوٹی باتیں شائع ہوئی ہیں ان کے لیے میں ملامت کرتا رہا لیکن صاحب مضمون نے نہ مانا اور بطرہ یہ کہ میرے نام سے مضمون شائع کر دیا۔ ہم نے چاہا کہ محمد ظہور خان ہمکو صاحب مضمون کا نام بتا دیں مگر اس سے انھوں نے انکار کیا چونکہ جناب مولانا ابو داؤد سید محمد عبد الودود صاحب محمد ظہور خان کے یہاں اکثر نشست وبرخاست رکھتے تھے اسلیے گمان غالب یہی ہے کہ یہ تحقیق بھی ہمارے خیال میں مولانا ہی نے گوارا فرمائی ہے۔ ہمارے مولانا کی نظر توجہ صنعت جعل سازی تک ہی محدود نہیں بلکہ بعض اوقات آنجناب اور دروغ بازی کی سیر بھی فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ مطالعہ ریاض الاخبار مطبوعہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء سے ہمارے بیان کی کامل تصدیق ہو سکتی ہے جس میں زیر عنوان اراکین ندوۃ العلماء اور مرزا صاحب قادیانی پورے چار کالم کا لمبا مراسلہ محمد حنیف کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جسکا ماحصل یہ ہے کہ " مرزا صاحب باوجود بار بار بلائے جانے کے ندوۃ العلماء امرتسر میں تشریف نہ لے گئے تو چالیس علماء و فضلاء کی ایک جماعت بغرض تصفیہ مسائل متنازعہ قادیان پہونچی مگر مرزا صاحب نے اسہال وحیض کا بہانہ کرکے ملاقات تک نہ کی وغیرہ الخرافات والمزخرفات۔

چونکہ مولانا ابو داؤد سید محمد عبد الودود صاحب کی کارستانیوں کا ہمکو اچھی طرح علم ہو گیا ہے لہذا یہ کہہ سکتے ہیں ہمکو کیا تامل ہو سکتا ہے کہ غالباً وہ مراسلہ بھی صاحب مصدر الذکر ہی کا ایک ننھا سا کرشمہ تھا۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ ہمارے مولانا ابو داؤد سید محمد عبد الودود صاحب ہیں

بڑے زندہ دل اور ہنس مکھ انسان وہ اپنے دل بہلانے اور اپنے احباب کو خوش کرنے کو کوئی نہ کوئی چٹکلا چھوڑ ہی دیتے ہیں حتیٰ کہ اس خیال کی محویت کا دائرہ یہانتک وسیع ہو جاتا ہے اور ایک ایسی استغراقی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ مولانا کو پھر بڑے چھوٹے بیچ سفید و سیاہ میں مطلق امتیاز باقی نہیں رہتا۔

ابھی ہمکو مولانا موصوف کی ایک سرانہ خط سے (جو انھوں نے سہسوان سے ایک اپنے شناسا کے پاس بھیجا ہے) معلوم ہوا ہے کہ آپ مولانا نے کرزن گزٹ کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے اور مولانا کو اصرار ہے کہ اس ہفتہ کا کرزن گزٹ ضرور دیکھا جائے۔ دیکھیے مولانا وہاں کیا رنگ لاتے ہیں اور کس انداز سے رنگ لاتے اور کس انداز سے جلوہ فرماتے ہیں لیکن مولانا اب کوئی وضع پسند فرمائیں تاڑنے والی نظر سے پوشیدگی محال ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

خاکسار مختار احمد حمدی شاہجہانپوری
۱۰ اگست ۱۹۰۳ء

سوال

نوع جن نوع انس سے کوئی علیحدہ نوع ہے یا انس کی اصناف سے ہی کوئی صنف ہو جیسے کہ رومی حبشی ہندی وغیرہ

الجواب

میرے نزدیک نوع جن نوع انس سے ایک علیحدہ نوع ہے خواہ حقیقت اور ماہیت انکی کچھ ہی ہو لیکن انس کی صنف ہونا خلاف لغت و نصوص شرعیہ کے ہے مختار الصحاح میں لکھا ہے الجن ضد الانس قال اللہ تعالیٰ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین یعنی پیدا کیا تو نے مجھکو آگ سے اور پیدا کیا تو نے آدم کو مٹی سے اس قول کا رد اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا پس معلوم ہوا کہ خلقت جن خلقت انس سے علیحدہ ہے ایضاً واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن اس آیت میں ابلیس کو جن میں سے ہونا ارشاد فرمایا نہ انس میں سے ایضاً قال اللہ تعالیٰ وانا لمسنا السماء فوجدناھا ملئت حرسا شدیدا وشھبا سورہ جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یہ کہ تحقیق ہم نے آسمان کو ٹٹولا پایا ہم نے اسکو بھرا ہوا کیدار کڑے اور مشعلوں سے۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ وانا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع فمن یستمع الآن

عیسائیت کا ابطال اسکے اپنے ہاتھوں

پیدائش مسیح پر لیکچر

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۲۲ جلد ۵ صفحہ ۱۱

اور جب مسیح کو معلوم تھا کہ اسکے اور خدا کے تخت میں صرف ایک لحظہ کا فرق ہے (یہیں نہیں بلکہ وہ تو آسمانی باپ کے تخت سے کبھی علیحدہ ہی نہیں ہوا) تو اسقدر حزن و ملال اور رنج و غم چہ معنی دارد۔ اور اس سے تو یہ امر بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ اس دنیا کا ایک منتظم حقیقی ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہر ایک شے ہے اور اسبات کا گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ آسمانی باپ یعنی خدا نے کبھی عارضی طور سے بھی اپنا جلالی تخت چھوڑا ہو۔!!!

میرے دوستو جائے غور ہے کہ یہ امر ہمارے لیے کسطرح مفید ہو سکتا ہے کہ ان سب امور پر جو خداوند یسوع کی طرف منسوب ہیں قادر ہے؟ ہمارا تو یہی ایمان تھا کہ خدا اور صرف خدا ہی ایک بات پر قادر ہے۔ ہاں تو صرف اسی تعلیم کی ضرورت ہے جس سے کہ ہماری زندگی سنور سکے اور ہم عالم سفلی سے نکل کر عالم علوی تک پرواز کر سکیں۔

میرے خیال میں یہ باتیں کسی انسان کی نسبت ثابت ہونی محالات سے ہیں یہ کہ آزمائش کے بعد وہ خدا بن گیا ہو اور ہر سو بلا خوف و خطر گروہ دشمنان کا مقابلہ کیا ہو۔ اور سرفروش اعدا میں جھنکار تے صدق میں ثابت قدم رہا ہو۔ اسے کانٹوں کا تاج پہنایا گیا ہو۔ اسکے منہ پر تھوکا گیا ہو اور اسکے ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے ہوں مگر اسکی ثابت قدمی۔ اولوالعزمی اور استقلال میں سر مو فرق نہ آیا ہو۔ اور خوف و ہراس اسکے دل پر طاری نہ ہوئے ہوں یا اس نے بلا تکلف اپنے مصلوب ہونے کے آپ تیاری کی ہو۔ اور عارضی طور پر ہی سہی خدا سی ہو کر گناہ سے بچا رہا ہو۔ اور موت کا پیالہ بڑی بیباکی اور بے خبری سے پیکر دائمی نجات اور ابدی سکھ حاصل کیا ہو یہ سب باتیں کسی نسبت ثابت ہوں تبھی تو وہ انسان ہی سمجھا جائیگا۔ اگرچہ نے اعلیٰ درجہ کا انسان کہنا پڑیگا۔

لاریب یہ بات معلوم کر کے میری روح میں شگفتگی اور تازگی آتی ہے کہ یسوع ہمارا رہنما اور مصلح ہے۔ ہمارا ہادی اور آرام جان و تسکین قلب ہے۔

میرے دوستو میں نے عمر بھر کبھی یسوع ناصری کی اسقدر تعظیم نہیں کی۔ اور نہ اس سے بڑھ کر کبھی اسکو ہمدرد بنی نوع انسان اور ایسا محبوب و مطلوب نہیں مانا۔ میں نہایت وفاداری اور بڑی خوشی کے اس کے تقدس کو تسلیم کر کے سر نیاز جھکاتا ہوں۔ اور بڑے زور سے مانتا ہوں کہ ابدی اور ازلی خدا کا ہمیں یسوع سے ہی پتہ لگا اور اسی نے ہی اس کیطرف ہماری رہنمائی کی ہے۔

دنیا کے تمام روشن خیال لوگ اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور پہلے لوگوں کی جہالت اور تعصب ہی ہے جو یہ دعوی پیدا کیا کہ یسوع خدا ہے مانا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ بات ایکطرف تو حضرت احدیت کی جناب میں گستاخی کا موجب ہے اور دوسری طرف بیچارے انسان ضعیف البنیان کی بے عزتی اور بے حرمتی کا باعث۔

ہم بالضرور تردید تاریکی سے نکل کر روشنی کی طرف آتے ہیں اور اپنے آقا (یسوع) کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمیں آسمانی باپ کی بادشاہت میں داخل کر سکتا ہے جو سکا اور ہمارا ایک ہی واحد خدا ہے

اے ہمارے آسمانی باپ ہم کس منہ سے تیرا شکر ادا کریں کہ تو نے ہماری ہدایت کیلیے ہمیشہ اپنے مرسل بھیجے اور اپنی طرف آنیوالوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی سے بہرہ ور کیا مگر کبھی اپنے بندوں سے بہت دور نہیں رہا جنسے تیری جستجو کی تجھے پا لیا۔ ہم تیری تقدیس کرتے ہیں کہ تو نے یسوع ناصری ہماری ہدایت کے لیے بھیجا۔ اور تیری حمد گاتے ہیں کہ آج بھی وہ امن کا شہزادہ ہمارے درمیان موجود ہے ہم اسکو غبار راہ تاریکی سے نکالتے ہیں جس میں کہ اسکا پیارا چہرہ صدہا سال کا چھپا ہوا تھا اور اسے اپنا سچا ہادی و رہبر اور رسول تسلیم کرتے ہیں۔ آمین۔

حضرات ناظرین اگرچہ ہم اس مسئلہ پر پادری مذکور کے ہم نوا نہیں۔ مگر ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ اب عیسویت کا کیا حال ہے وہ خود اپنے ہی حملوں سے خارزار کیطرح پھونک پھونک کر اپنی جان سے کھیل رہی ہے

من از بیگانگان ہرگز ننالم
کہ با من ہر چہ کرد آن آشنا کرد

افسوس صد ہا! یہ انقلاب عظیم۔ کہاں وہ زمانہ کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا۔ اور صفات الٰہی بڑے زور سے اسمیں تسلیم کی گئیں۔ نہ صرف یہی بلکہ دنیا بھر کو اس دعویٰ کے ماننے کے لیے مجبور کیا گیا۔ تلوار۔ فریب۔ لالچ۔ دھوکا۔ جھوٹ۔ بناوٹ غرضیکہ ہر ایک مذموم ہتھیار اس باطل کی اشاعت کے لیے استعمال کیا گیا۔ اور ناجائز سے ناجائز ذریعہ بھی دین عیسوی کے پھیلانے اور ابن مریم کی خدائی منوانے کے لیے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کیا گیا زاہد فریب پر پوش اور زنانہ تین جیسی بڑی بڑی پارسا اور نیاز مند سے اشاعت مذہب کی خاطر ہر ایک قسم کی ذلت قبول کرنے کے لیے تیار کی گئیں جو ہم نام لینے سے بھی سبقت لے گئیں۔ اور اس راہ میں بڑے شوق سے قربان ہوئیں اور ایک آج یہ دن کہ خود اہل یورپ میں یہ بحث جاری کہ یسوع خدا کسطرح بن گیا اور اسمیں کون کون سی الٰہی صفات ہیں؟؟ اور یہ مطلب قابل غور ہو گیا کہ اسکی پیدائش خلاف قانون قدرت تو نہیں۔ ؟؟؟

لاکھوں آدمی دین عیسوی سے بیزار ہو گئے ہیں۔ اور سینکڑوں اخبار۔ بیسیوں رسالے اور پمفلٹ اس تاریک مذہب کی تردید میں شائع ہو رہے ہیں۔

کسقدر حیرت کی بات ہے کہ ۱۹۰۰ برس کے باپ دادے (مگر بن باپ پیدا ہوئے ہوئے) خدا کو اب خود عیسائی ہی باپ والا یسوع بناتے ہیں اور بڑے زور سے ثابت کر رہے ہیں کہ وہ انسان تھا اور محض ایک معمولی انسان تھا۔ لیکچر مندرجہ بالا پڑھ کر معلوم ہو گا کہ پادری صاحب نے جس بات کو ہر ایک طرح پر مد نظر رکھا ہے اور جسکو اس لیکچر کا موضوع کہنا چاہیے وہ اسی بات کو ثابت کرتا ہے کہ ابن مریم ایک انسان تھا۔ اور اسکی پیدائش معمولی طریق سے ثابت کرنے سے بھی یسوع کی انسانیت کا اقرار کرنا ہے۔ الغرض ایک عمدہ نظارہ ہے جسے دیکھ کر بے اختیار منہ سے نکلتا ہے کہ یاں شعر اشعری یاد آ بے تکلفی۔ اے عیسائی تم سے

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

خدا کو توفیق دے تو ان شاء اللہ کسی وقت ایک رسالہ کے ذریعہ یا اسی قومی جریدہ کے ذریعہ یورپ کے موجودہ مذہب پر بحث کرونگا اور نیز

کسر صلیب

بائبل کہانسے آئی

گذشتہ اشاعت سے آگے

متی شاید اس واقعہ کے لکھنے میں درست کہتا ہو کہ گودشتن بی مسیح کو دیوانے آملے مگر اسبات کے بیان کرنے میں کہ ان آدمیوں پر جن سوار تھے وہ غلطی پر ہوسکتا ہے کیونکہ یہ انکی ذاتی رائے ہے مذکورہ بالا بیانوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بائبل کے لکھنے والے اپنے ہمعصروں کے خیالات اور عادات میں اور لوگوں سے علحدہ نہ تھے اسی لیے تو ہم بائبل میں بہت سی علمی غلطیاں بہت سے اختلافات۔ کثرت ہم خدا کی بابت ناقابل پذیرائی باتیں اور توہمات اور بد تہذیبی سے بھرے ہوے گندے اور تاریک خیالات وغیرہ وغیرہ پاتے ہیں ان تمام اور صوری باتونکو چھوڑکر جو کہ یہاں اور وہاں کثرت سے پائی جاتی ہیں بائبل میں ایک پوری کتاب ہے جو کہ مذہبی لحاظ سے کسی کام کی نہیں صرف ایک عشقیہ نظم ہے

اب ان تمام باتوں کی پردہ پوشی بیفائدہ ہے اور انکا ذکر نہ کرنا بزدلی کا کام ہے ان سب باتوںکو لوگ اچھی طرح سے جان گئے ہیں (سبکو خارج کر دینا ہی بہتر ہوگا) خدا کا بڑا شکر ہے کہ اُسنے زمانہ گذشتہ کا ایک بیش بہا اور پُر از حکمت خزانہ روحانی زندگی کا (بائبل) ہمارے واسطے محفوظ رکھا مگر ہمکو اُسکی تعظیم میں عقل سے کام لینا چاہیے اور اپنی شکر گذاری میں دیانت دار ہونا چاہیے۔ سچکو چھپانے میں خدا کی عزت نہیں ہوتی پس بائبل کے موجود ہونے کے واسطے ہمکو خدا کا شکر گذار ہونا تو ضرور چاہیے اور اس سے مدد لینی چاہیے مگر یہ نہیں کہ اسکو ایک بُت بناؤ۔ ہاں اس سے محبت کرو مگر ساتھ ہی اسکے جانچ پڑتال بھی کرو اسکی عزت کرو مگر اس سے خوف مت کھاؤ۔ اگر تم اسکی اصل حقیقت سے واقف ہو جاؤگے تو یہ تمھاری اور بھی زیادہ دوست ہوگی۔

اب پھر ہمارا یہ سوال ہے کہ بائبل کہاں سے آئی بعض لوگوں کی باتیں سُنکر شاید تم یہ خیال کرو کہ بائبل اسی طرح بابوں اور آیتوں میں تقسیم کی کرائی آسمان سے گر پڑی۔ میں ایسے بہت سے اشخاص کو جانتا ہوں جن کا ایمان ہے کہ یہ باب اور آیتیں بھی الہامی ہیں اور وہ اسبات کو سُنکر ہی سخت رنجیدہ ہوے ہیں جبکہ مینے انکو کہا کہ اس تقسیم کو تو بہت ہی تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ بلکہ یہ تو اسی زمانہ کی ہے پہلے پہل اسمیں کسی قسم کے باب اور آیتیں نہ ہوتی تھیں۔ میں دوبارہ کہتا ہوں کہ ہمیں کتاب کی عزت اسمیں اچھے غور و خوض کے بعد کرنی چاہیے۔ اسکی ایک تاریخ ہے جبتک کہ ہم اس تاریخکو نہ سمجھیں ہم اسکو ہرگز اور قطعًا نہیں سمجھ سکتے۔

پہلی حالت میں ایکبات تو ضرور صاف ہے یعنی کہ جب میں اسکو ہاتھ میں لیتا ہوں تو مجھ معلوم دیتا ہے کہ عام محاورہ کے مطابق تو یہ کتاب نہیں ہے بلکہ کتابوں کا مجموعہ ہے۔ پُرانے عہد نامہ کے لیے تو ہم یہودیوں کے زیر بار ہیں پُرانا عہد نامہ انکی بائبل ہے جو کہ زمانہ بزمانہ ہر طور سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ یہانتک کہ ہم اس کا نشان دو ہزار برس تک پورے طور سے لگا سکتے ہیں مسیح سے چار سو سال پیشتر پُرانے عہد نامہ کی کتابیں ایک جُز میں اکٹھی کی گئیں اور ہمارے پاس قریبًا ایسی ٹھیک طور سے پہنچ گئی ہیں اور قریبًا دو سال قبل از مسیح اس کا ترجمہ یونانی میں کیا گیا اسی واسطے اس زمانہ تک تو اسکا ٹھیک نشان اور صاف طور سے اسی طرح معلوم ہو سکتا ہے جیسے سیسرکی اور یشن یا کوئی اور پُرانی کتاب تو اس سے ایکبات تو ضرور اور صاف طور سے ثابت ہوگئی کہ پرانے عہد نامہ کی عمر کم سے کم دو ہزار برس کی ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور چیز ہمیں یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ مختلف کتابیں کہ جنسے نئے اور پُرانے عہد نامہ کا ایک مجموعہ بنتا ہے اکثر کتابوں میں ہر ایک کے لکھنے میں کچھ نہ کچھ سال ضرور صرف ہوے ہونگے دس احکام کے زمانہ سے لیکر جو کہ موسیٰ کے سر پر تھوپے جاتے ہیں آخر خط تک ۱۵۰۰ برس کا زمانہ ہوتا ہے جو کہ قریبًا اتنا ہی بڑا ہے جتنا کہ ہمارا عیسوی سنہ اور بھی ایک بڑی ضروری بات قابل یاد ہے کہ یہ کتابیں کبھی اس خیال سے نہیں لکھی گئی تھیں کہ ان تمام کو ایک جزو میں باندھ دیا جائیگا اور اس جزو کا نام بائبل کا جوڑ دیا جائیگا۔ کچھ نبیوں کی کتابیں بھی جنکا [illegible] زمانہ ۳۵۰ برس کا ہوتا ہے ۸۰۰ [illegible] قبل از مسیح یعنی آج کے دن سے قبل قریبًا دو ہزار چھ سو برس ہوے۔ قریبًا نویں صدی قبل از مسیح شروع کی گئی اور قریبًا چار سو سال میں ختم ہوئی۔ بادشاہوں اور سموئیل کی کتابیں قریبًا چھٹی صدی قبل از مسیح لکھی گئیں اور کرانیکلز کی کتابیں قریبًا ڈیڑھ سو سال بعد میں لکھی گئیں۔ دانیال کی کتاب اس آخر بھی ڈیڑھ سو سال بعد میں لکھی گئی۔ اور رسولوں کے خطوط مکاشفات۔ انجیلیں اور رسولوں کے اعمال پہلی صدی کے آدھ سے لیکر دوسری صدی کے نصف حصہ تک آخیری بار لکھی گئیں۔

اب یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ایک حجم میں جو کہ اس قدر عرصہ دراز میں لکھا گیا ہو اور اسقدر آدمیوں کی تصنیف ہو کسقدر اختلاف مختلف صورتوں میں پایا جاسکتا ہے اور یہ کسقدر قانون قدرت اور انسانی فطرت کے برخلاف ہے کہ تمام بائبل کو ایک ہی جیسا قابل قبول اور مفید ٹھیرایا جاوے۔ آؤ ہم دانائی سے کام لیں اور اس روشنی کے مطابق جو ہمکو عطا کی گئی تمیز کریں اور اسبات کے پہلوؤں پر غور کریں۔ بائبل کی بعض کتابوں میں صرف خونی لڑائیوں کے ذکر اور زندگی بچانے کے واسطے جو جھگڑے بکھیڑے کیے گئے درج ہیں جو کہ صرف ایک قسم کی تاریخ ہے اور دوسرے مقامات پر میں زمانہ گذشتہ لوگوں کی رائیں بڑے بڑے اہم سوالات کی بابت ہیں۔ مثلاً پیدائش دنیا۔ آدمی کا آغاز۔ برائی کی جڑ وغیرہ وغیرہ صاف ظاہر ہے کہ اصل واقعات کے رو سے یہ کوئی الہامی باتیں نہیں صرف پرانے زمانہ کے دانا لوگوں کی اپنی اپنی رائیں ہیں ان مختلف مضامین کے متعلق۔ بعض کتابوں کی بابت میں صرف اپنی ہی خواہشات کو ظاہر کیا گیا ہے یا سریلے گیت میں مثلاً زبور اور دوسری کتابیں اسی طور سے ان یہودی مصلح اور قومی بہتری کی خواہشوں کے خیالات کے صرف تاریخیں ہیں جیسے کہ یسعیا اور دوسرے نبیوں کی کتابیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ بائبل میں پُرانے زمانہ کے دانا اور قابل آدمیوں کی گفتار رفتار اور اعمال درج ہیں جسطرح خدا انکو کہتا رہا وہ کرتے رہے یا بعض دفعہ جسطرح انکی اپنی مرضی میں آیا ویسا ہی کرتے رہے ایک اور نکتہ قابل غور ہے کہ ان کتابوں نے کبھی خود الہامی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا وہ ہمیشہ اپنے آپکو یہی ظاہر کرتے رہے ہیں جیسے کہ وہ ہیں تاریخ گیت پیشگوئیاں اور کچھ اخلاقی تعلیم (سو وہ بھی ناقص) اسطرح سے تو وہ اپنے اپنے مراتب پر بغیر کسی قسم کے دعویٰ کے موجود ہیں۔ بائبل کا حال ہے کہ وہ مختلف کتابیں ہیں جو کہ مختلف زمانہ میں تصنیف یا تالیف ہوئی۔

سخت ضرورت

مینے ایک رسالہ مجیبطرز کا حضرت اقدس کی تائید میں لکھا ہے جو چھپنا شروع ہوگیا ہے ۱۶ صفحہ تک چھپکر طیار ہے اور ۳۲ صفحہ تک طیار ہے اب

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

مرقومہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

گذشتہ اشاعت سے آگے

اور بعض جگہ بعض معجزات کو بتصریح بیان کر دیا ہے جیسے معجزہ شق القمر جو ایک عظیم الشان معجزہ اور خدائی قدرت کا ایک کامل نمونہ ہے جس کی تصریح ہم نے کتاب سرمہ چشم آریہ میں بخوبی کر دی ہے جو شخص مفصل دیکھنا چاہے اس میں دیکھ سکتا ہے اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب کا شدید نشان مانگا کرتے تھے اکثر وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانوں کے آخر کار گواہ بھی بن گئے تھے کیونکہ آخر وہی لوگ تھے جنہوں نے مشرف باسلام ہو کر دین اسلام کو مشارق و مغارب میں پھیلایا اور نیز معجزات اور پیشگوئیوں کے بارے میں کتب حدیث میں وہی روایت کی شہادتیں ملتی ہیں بس اس بات میں ایک عجیب فرق ہے کہ ان بدگمان دین کے اس زمانہ جاہلیت کے اکثر سوال کو بار بار پیش کرتے ہیں جن سے بالآخر وہ خود دست کش اور تائب ہو گئے تھے لیکن ان کی ان شہادتوں کو جو ایمان لانے اور راستی پر آنے کے بعد انہوں نے پیش کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو چاروں طرف سے چمک رہے ہیں۔ وہ کیونکر چھپ سکتے ہیں صرف معجزات جو صحابہ کی شہادتوں سے ثابت ہیں وہ تین ہزار معجزہ ہے اور پیشگوئیاں تو شاید دس ہزار سے بھی زیادہ ہوں گی جو اپنے وقتوں پر پوری ہو گئیں اور ہوتی جاتی ہیں۔ ماسوائے اس کے بعض معجزات و پیشگوئیاں قرآن شریف کی ایسی ہیں کہ وہ ہمارے لئے بھی جو اس زمانہ میں ہیں مشہود و محسوس کا حکم رکھتی ہیں اور کوئی ان سے انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ یہ ہیں (۱) عذابی نشان کا معجزہ جو اس وقت کے کفار کو دکھلایا گیا تھا یہ ہمارے لئے بھی فی الحقیقت ایسا ہی نشان ہے جس کو چشم دید کہنا چاہیئے وجہ یہ کہ یہ نہایت یقینی مقدمات کا ایک ضروری نتیجہ ہے جس سے کوئی موافق اور مخالف کسی صورت سے انکار نہیں کر سکتا۔ اول یہ مقدمہ جو بطور بنیاد معجزہ کے ہے نہایت بدیہی اور مسلم الثبوت ہے کہ یہ عذابی نشان اس وقت مانگا گیا تھا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور چند رفیق آنجناب کے کہ جو دعوت حق کی وجہ سے خود صدہا تکالیف اور صدہا دکھوں میں مبتلا تھے اور وہ ایام دین اسلام کے لئے ایسے ضعف اور کمزوری کے دن تھے کہ کفار کہتے تھے یعنی دشمنی کی راہ سے مسلمانوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر تم حق پر ہو تو مقدر عذاب اور مصیبت اور دکھ اور درد ہمارے ہاتھ سے کیوں تمہیں پہنچ رہا ہے اور وہ خدا جس پر تم بھروسہ کرتے ہو وہ کیوں تمہاری مدد نہیں کرتا اور کیوں تم ایک قلیل جماعت ہو جو عنقریب نابود ہونے والی ہے اور اگر تم سچے ہو تو کیوں ہم پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ ان سوالات کے جواب میں جو کچھ کفار کو قرآن شریف کے متفرق مقامات میں ایسے زمانہ تنگی و تکالیف میں کہا گیا وہ دوسرا مقدمہ اس پیشگوئی کی عظمت شان سمجھنے کیلئے ہے کیونکہ وہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر ایسا نازک زمانہ تھا کہ ہر وقت اپنی جان کو اندیشہ تھا اور چاروں طرف ناکامی کی ہی صورت نظر آتی تھی سو ایسے زمانہ میں کفار کو ان کے عذابی نشان مانگنے کے وقت صاف صاف طور پر یہ کہا گیا تھا کہ عنقریب تمہیں اسلام کی فتح مندی اور تمہارے سزا یاب ہونے کا نشان دکھلایا جائیگا اور اسلام جو اب ایک تخم کی طرح نظر آتا ہے کسی دن ایک بزرگ درخت کی مانند اپنے تئیں ظاہر کرے گا اور وہ جو عذاب کا نشان مانگتے ہیں وہ تلوار کی دھار سے قتل کئے جائیں گے اور تمام جزیرہ عرب کفر اور کافروں سے صاف کیا جائیگا۔ اور تمام عرب کی حکومت مومنوں کے ہاتھ میں آجائیگی اور خدا تعالیٰ دین اسلام کو عرب کے ملک میں ایسے طور سے جما دیگا کہ پھر بت پرستی کبھی پیدا نہیں ہو گی اور حالت موجودہ جو خوف کی حالت ہے بکلی امن کے ساتھ بدل جائیگی اور اسلام قوت پکڑیگا اور غالب ہوتا چلا جائیگا یہاں تک کہ دوسرے ملکوں پر اپنی فتح اور نصرت کا سایہ ڈالیگا اور دور دور تک اس کی فتوحات پھیل جائیں گی اور ایک بڑی بادشاہت قائم ہو جائیگی جس کا اخیر دنیا تک زوال نہیں ہو گا ✦

اب جو شخص پہلے ان دونوں مقدمات پر نظر ڈال کر معلوم کرے کہ وہ زمانہ جس میں یہ پیشگوئی کی گئی اسلام کیلئے کیسی تنگی اور ناکامی اور مصیبت کا زمانہ تھا اور جو پیشگوئی کی گئی وہ کیسی حالت موجودہ سے مخالف اور خیال اور قیاس سے نہایت بعید بلکہ صریح محالات عادیہ سے نظر آتی تھی۔ پھر بعد اس کے اسلام کی تاریخ پر جو دشمنوں اور دوستوں کے ہاتھ میں موجود ہے ایک منصفانہ نظر ڈالے کہ کیسی صفائی سے یہ پیشگوئی پوری ہو گئی اور کس قدر دلوں پر ہیبت ناک اثر اس کا پڑا اور کیسے مشارق اور مغارب میں تمام تر قوت اور طاقت کے ساتھ اس کا ظہور ہوا تو اس پیشگوئی کو یقینی اور قطعی طور پر چشم دید معجزہ قرار دیگا جس میں اس کو ایک ذرہ بھی شک و شبہ نہیں ہو گا ✦

پھر دوسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہمارے لئے حکم مشہود و محسوس کا رکھتا ہے وہ عجیب و غریب تبدیلیاں ہیں جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں برکت پیروی قرآن شریف و اثر صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آئیں جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ مشرف باسلام ہونے سے پہلے کیسے اور کس طریق اور عادت کے آدمی تھے اور پھر بعد شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اتباع قرآن شریف کس رنگ میں آگئے اور کیسے اخلاق میں عقائد میں چال چلن میں گفتار میں رفتار میں کردار میں اور اپنی جمیع عادات میں خبیث حالت سے منتقل ہو کر نہایت طیب اور پاک حالت میں داخل کئے گئے تو ہمیں اس تاثیر عظیم کو دیکھ کر جس نے ان کے زنگ خوردہ وجودوں کو ایک عجیب تازگی اور روشنی اور چمک بخش دی تھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ تصرف ایک خارق عادت تصرف تھا جو خاص خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے کیا قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ان کو مردہ پایا اور زندہ کیا اور جہنم کے گڑھے میں گرتے دیکھا تو اس ہولناک حالت سے چھڑا دیا بیمار پایا اور اچھا کیا اندھیرے میں پایا اور روشنی بخشی اور خدا تعالیٰ نے اس اعجاز کے دکھلانے کے لئے قرآن شریف میں ایک طرف عرب کے لوگوں کی وہ خراب حالتیں لکھی ہیں جو اسلام سے پہلے وہ رکھتے تھے اور دوسری طرف ان کے وہ پاک حالات بیان فرمائے ہیں جو اسلام لانے کے بعد ان میں پیدا ہو گئے تھے کہ تا جو شخص ان پہلے حالات کو دیکھے جو کفر کے زمانہ میں تھے اور مقابل اس کے وہ حالت دیکھے جو اسلام لانے کے بعد ظہور پذیر ہو گئی تو ان دونو طور کے سوانح پر مطلع ہونے سے بیقین کامل سمجھ لیگا کہ یہ تبدیلی ایک خارق عادت تبدیلی ہے جسے معجزہ کہنا چاہئے ✦

پھر تیسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے اس کے حقائق و معارف و لطائف و نکات ہیں جو اس کی بلیغ و فصیح عبارات میں بھرے ہوئے ہیں اس معجزہ کو قرآن شریف میں بڑی شد و مد سے بیان کیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ تمام جن و انس اکٹھے ہو کر اس کی نظیر بنانا چاہیں تو ان کے لئے ممکن نہیں یہ معجزہ اس

رصلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کے مقابلہ پر حواریوں کی روحانی تربیت یابی اور دینی استقامت کا موازنہ کیا جائے تو ہمیں افسوس کے ساتھ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے حواری روحانی طور پر تربیت پذیر ہونے میں نہایت ہی کچے اور پیچھے رہے ہوئے تھے اور ان کے دماغی اور دلی قوٰی کو حضرت مسیحؑ کی صحبت نے کوئی ایسی توسیع نہیں بخشی تھی جو صحابہ نبی عربی رصلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابل پر کچھ قابل تعریف ہو سکے بلکہ حواریوں کے قدم قدم میں بزدلی سست اعتقادی تنگدلی دنیا طلبی بیوفائی ثابت ہوتی تھی مگر صحابہ نبی عربی رصلی اللہ علیہ وسلم) سے وہ صدق و وفا ظہور میں آیا جس کی نظیر کسی دوسرے نبی کے پیروؤں میں ملنا مشکل ہے سو یہ اُس روحانی تربیت کا جو کامل طور پر ہوئے تھی اثر تھا جس نے اُنکو بکلی مبدل کرکے کہیں کا کہیں پہنچا دیا تھا۔ اسی طرح بہت سے دانشمند انگریزوں نے حال میں ایسی کتابیں تالیف کی ہیں کہ جن میں اونہوں نے اقرار کرلیا ہے کہ اگر ہم نبی عربی رصلی اللہ علیہ وسلم) کیحالت رجوع الی اللہ و توکل و استقامت ذاتی و تعلیم کامل و مطہر والقائے تاثیر و اصلاح خلق کثیر از مفسدین و تائیدات ظاہری و باطنی قادر مطلق کو ان معجزات سے الگ کرکے بھی دیکھیں جو بمد منقول ان کی نسبت بیان کی جاتی ہیں تب بھی ہمارا انصاف اس اقرار کے لئے ہمیں مجبور کرتا ہے کہ یہ تمام امور جو ان سے ظہور میں آئے۔ یہ بھی بلاشبہ فوق العادت اور بشری طاقتوں سے بالاتر ہیں اور نبوت صحیحہ صادقہ کے شناخت کرنے کے لئے قوی اور کافی نشان ہیں کوئی انسان جب تک اس کے ساتھ خدا تعالیٰ نہ ہو کبھی ان سب باتوں میں کامل اور کامیاب نہیں ہو سکتا اور نہ ایسی غیبی تائیدیں اُس کے شامل ہوتی ہیں۔

تفسیر القرآن بالقرآن*

یہ ایک بینظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب ایم۔ بی نے کمال محنت کیساتھ تصنیف فرماکر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان علیہ السلام اور مولانا مولوی نور الدین صاحب کو نصف سے زیادہ سُنادی تھی مسیح الزمان علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً اسکی نسبت بیار شادات فرمائے نہایت عمدہ ہے شیریں بیان ہے۔ قرآنی نکات خوب بیان کئے ہیں دلوں پر اثر کرنیوالی ہے۔ حضرت مسیح الزمان اور مولانا نور الدین صاحب علیہم السلام نے بعض بعض جگہ اصلاح بھی کی تھی اب فضل باری سے چھپکر طیار ہو چکی ہے خریداران الحکم والبدر کو پارہ عم کی تفسیر مفت محض ۱ر کے ٹکٹ آنے پر بطور نمونہ بھیجی جا سکتی ہے قیمت بلا جلد ۵ر معہ جلد ۶ر۔ پارہ الم کی قیمت ۲ر عم کے پارہ کی قیمت ۲ر۔ المشتہر خاکسار نتھ محمد خان منیجر مطبع عزیزی مقام تراوڑی ضلع کرنال ملک پنجاب۔ تمام درخواستیں مشتہر کے نام تراوڑی جانی چاہئیں۔

حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

جلسۃ الوداع کی تقریب پر

صحبت صادقین

گذشتہ اشاعت سے آگے

یہ دنیا کی معزز قومیں جیسی اسوقت اپنی کتاب کا پتہ نہ دے سکتی تھیں اور اسطرح پر گواہی دے رہی تھیں کہ ہادی کامل کے آنے کے وقت دنیا کی کیا حالت ہوتی ہے آج بھی باوجود تیرہ سو سال کے ترقیوں کے اسی طرح اپنی کتاب کی اصلیت پیش کرنے سے قاصر اور بے دست و پا ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ ایک طرف یہ قوم اس قدر بلند پروازیاں کر رہی ہے کہ خدا تعالےٰ کی قدرتوں پر احاطہ کرنے کے دعوے کرتی اور بہت قدرتوں میں سے بہت سے امور کو اپنے قبضہ میں کر لینے کی مدعی ہوتی ہے اور دوسری طرف یہ حال کہ اصل کتاب کا پتہ نہیں دے سکتی! یہ صدی لا انتہا نہیں تو کثیر التعداد ترقیوں کی صدی کہلاتی ہے۔ لیکن مذہب کے معاملہ میں کتاب اللہ کی تفتیش اور تحقیق کے متعلق ایسی گری ہوئی صدی ہے کہ پہلے سے بھی زیادہ اس معاملہ کو تاریکی میں گرا دیا ہے۔

آزاد خیال رفری تھنکرز) لوگوں نے کوشش کی ہے کہ یورپ کو مذہب ہی کی قید سے آزاد کریں یہ ایک امر ثبوت ہے کہ اسوقت **ایک ہادی کی ضرورت ہے**۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت یہ تو پچھلوں کا حال تھا جن کی کتاب کو نازل ہوئے پورے چھ سو سال بھی نہ ہوئے تھے تو ان سے پہلوں کا کیا حال؟ توریت شریف کے محافظ جو انبیاء العلماء اور احبار کہلاتے تھے ان کا یہ حال ہے کہ وہی توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کرتے ہیں اسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ یہ ناممکن بات ہے۔ کیونکہ وفات کا واقعہ حضرت موسیٰ کے بعد کا ہی ہو سکتا ہے اور پھر قبر کا پتا نہیں یہ بھی اسمیں لکھا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسے واقعات کا اندراج بعد میں ہوا ہے اور اس سے صاف کھل جاتا ہے کہ اصل توریت کی کیا حالت تھی اور وہ کہاں تک علماء یہود کی دست برد کے نیچے تھی اس میں کمی بیشی کرنے کے لئے وہ کیسے بے باک اور دلیر تھے؟

اپنے مذہبی شعائر سے ایسے ناواقف اور بیخبر کہ بیت اللہ کی نسبت میں ہی اونکو شبہ پڑا ہوا تھا جیسا کہ انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے

غرض یہ تو ان دو قوموں کا حال ہے جو اپنے آپ کو صاحب کتاب سمجھتے ہیں اور قرآن شریف کھلے طور پر جنکا مصدق بھی ہے۔ پھر ان سے پہلے جو قومیں گذری ہیں ان کے بقیۃ السلف جو اسوقت موجود ہونگے ان کی حالت کا اندازہ کر لو۔ ہمارے اس ملک میں ایک قوم اور بھی ہے جسکو زمانہ کے تازیانہ نے یا ترقی کی ہوا نے بیدار کیا ہے۔ وہ بھی ایک کتاب لے کر میدان میں نکلی ہے اور اپنی طرف سے کوشش کر رہی ہے کہ اس کتاب کو دوسری کتابوں کے بالمقابل کوئی جگہ دے مگر مجھے حیرت آتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی کتاب کا پتہ جرمن سے ورے نہیں ملتا۔ اور اگر اب پائی بھی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس کے سمجھنے والا ہی کوئی نہیں پہلوں نے جو ترجمے کئے یا شرح لکھے ٹیکا کئے وہ بالکل غیر مفید غیر متعلق اور خانہ ساز تھے اصل عبارات سے ان کا کچھ تعلق نہیں ہے۔

میں جب ایسی آوازیں سنتا ہوں تو میری حیرت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ کتاب کی اصل غرض عمل ہوتی ہے اور عمل کے لئے مطلوب ہے اس کا علم اور واقفیت اور وہ یہاں مفقود ہے پھر اس کتاب کا فائدہ کیا ہے

غرض

جسقدر اس سوال پر میں نے سوچا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے مدتوں سوچا ہے اور بالکل خالی الذہن ہو کر محض سچائی اور راستی کے لینے کے لئے سوچا ہے اوسی قدر مجھ کو تعجب اور افسوس بڑھا ہے۔ ان قوموں پر ان کتابوں پر۔ اور شرح صدر ہوا ہے قرآن کریم کی تعلیمات کی سچائی پر اور اُس کے لانے والے کی صداقت پر اور بے اختیار ہو کر میرے دل سے نکلا ہے۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم

دُنیا کے مختلف مذاہب اور اون کی مذہبی کتابوں اور اون کے ماننے والوں کی عملی حالت نے مجھے **ضرورت قرآن کی طرف** بڑی بھاری رہنمائی کی ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں اور اسی لئے دعوی سے کہتا ہوں کہ جو شخص اپنے گوشہ تنہائی میں دل کو صاف کرکے اس تفرقہ مذاہب اور حالات مذاہب پر نظر کریگا اگر اُس کے دل میں کچھ بھی سلامتی اور فطرت میں سعادت سر میں دماغ اور عقل میں قوت فیصلہ ہے تو وہ اس نتیجہ پر بہت جلد پہنچ جاویگا

* یہ تفسیر القرآن الحکم والی نہیں ہے۔

کہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو انسان کے روحانی تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور قرآن شریف ہی ایک کامل کتاب ہے جو انسان کی زندگی کو مفید اور ان اغراض کے ماتحت کرنیکے لئے اکیلی ہادی ہے جن کے لئے وہ پیدا ہوا ہے

پھر عرب کی حالت اور بھی قابل غور ہے اسکے ارد گرد یہ تینوں قومیں آباد تھیں۔ ہندوستان میں وید کے ماننے والے ایران میں زرتشتی مذہب کے پیرو۔ اور شام اور مصر کے حصص میں عیسائی اور یہود۔ لیکن کسقدر تعجب خیز بات ہے کہ انمیں سے کوئی بھی ایسا قوی التاثیر مذہب نہ ہوا کہ عربوں پر اپنا اثر ڈال سکتا۔

تاریخ دنیا کا مصنف جو ہمارے سید و مولا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک دعا کا نشانہ اور اسلام کی صداقت پر ایک نشان ہے جس نے بڑی فخر سے اپنے آپ کو براہین احمدیہ کی تکذیب لکھکر مکذّب کہا ہے۔ عرب کو آریوں کا راستہ بتاتا ہے کہ وہ مصر کو اسی راستہ سے جاتے تھے مگر مجھے ہمیشہ ہی تعجب رہا کہ وہ صداقتیں جو وید میں تھیں یا تو ان آریوں کو بھی معلوم نہ تھیں جو مصر کو عرب کے راستہ جاتے تھے اور یا ایسی کمزور اور بودی تھیں کہ عرب جیسے مشرکوں پر کوئی اثر ہی نہ ڈال سکتی تھیں۔ اسی طرح پر عیسائیوں اور یہودیوں اور زرتشتیوں کے فیضان سے عرب محروم کا محروم ہی رہا۔ مگر یہ کیا معجزہ ہے کہ عرب میں جب فاران کی چوٹیوں اور حرا کے غاروں سے ایک نور نکلا تو اس نے ہند پر اپنا اثر ڈالا۔ ایران پر اپنا اثر ڈالا۔ ایران پر اپنا اثر اور عیسائیوں اور یہودیوں پر اپنا دم۔ عرب جنپر کسی کا اثر نہ پڑا تھا ان کے اثر سے سب کے سب متاثر ہو گئے اور اس کے نور سے سب نے حصّہ لیا۔
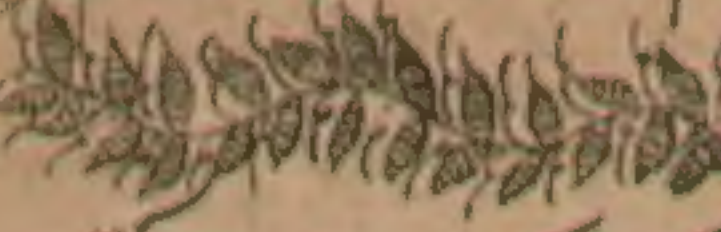
میں تو اس سے یہی نتیجہ نکالتا ہوں کہ یہ لوگ جو کچھ اپنے پاس لئے بیٹھے تھے وہ دراصل ایک کمزور اور بے حقیقت شے تھی جس میں دوسرے پر اثر اندازی اور جذب کی کوئی قوت ہی نہ تھی ورنہ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ وہ اثر کرنے سے رہتی اور حقیقت میں یہ بالکل سچ ہے جبکہ ابھی میں نے دکھایا ہے کہ ان لوگوں کی مذہبی کتابوں کی یہ حالت تھی۔

جب ایسی حالت اور صورت تھی تو دانشمند بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ دنیا اسوقت کسقدر جہالت کا سامان اکٹھا کر چکی تھی۔

عرب میں تفرقہ اسقدر تھا کہ وحدت کا نام و نشان بھی پایا نہ جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے تحدیث بالنعمت کے طور پر اس امر کا ذکر کیا ہے کہ

کنتم اعداء فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا

تم آپسمیں دشمن تھے ہم نے تمہارے دلوں میں ایسی محبت ڈالدی کہ اگر رات کو تم دشمن سوتے تھے تو صبح کو بھائی بھائی بنکر اٹھتے۔

غرض انمیں وحدت نظر نہ آتی تھی۔ نہ وہ فاتح تھے اور نہ مفتوح جیسے وہ حکمرانی کے قواعد و ضوابط سے ناآشنا محض ویسے ہی رعایا بن کر رہنے کے اصول سے ناواقف نہ مصنف تھے نہ موجد تھے غرض کچھ بھی نہ تھے ایسی حالت میں ان کی عام حالت پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ

مردے از غیب بروں آید وکارے بکند دنیا کی عام حالت کا وہ نظارہ خاص عرب کی یہ حالت

اس سے بڑھ کر اور کیا ضرورت ہو سکتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی۔

(باقی آئندہ)

حضرت حجتہ اللہ امام الملّت کے مکتوبات

حضرت میر ناصر نواب صاحب کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی اخویم میر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہنچا انشاء اللہ القدیر تمام مراتب دافع الوسواس کے حصّہ دوم میں بتفصیل آجائیں گے حصہ اوّل اب قریب الاختتام ہے صرف ایک خط چھپنا باقی ہے جو پیرزادوں اور سجادہ نشینوں کی طرف لکھا گیا ہے۔ اور بلحاظ مشایخ عرب کے وہ عربی میں خط ہے اور فارسی میں مولوی عبد الکریم صاحب نے اوس کا ترجمہ کیا ہے۔

جو آپنے اپنے عملی طریق کے لئے دریافت کیا ہے وہ یہی امر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اتباع کیطرف رغبت کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اعمال پر نہایت درجہ اپنی محبت ظاہر فرمائی ہے وہ دو ہیں ایک نماز اور ایک جہاد نماز کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنی میری آنکھہ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ اور جہاد کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں آرزو رکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔

سو اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت کا رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلاء کلمۂ اسلام میں کوشش کریں مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلا دیں آنحضرت صلعم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں یہی جہاد ہے جبتک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔

اور نماز اپنی اسی پہلی حالت پر ہی چاہئے کہ نماز میں خدا تعالیٰ سے ہدایت چاہیں اور **اھدنا الصراط المستقیم** کا تکرار کریں خواہ گنجائش وقت کے ساتھ وہ تکرار سو مرتبہ تک پہنچ جائے سجدہ میں اکثر **یاحی یاقیوم** الخ بمالتہ عجز کہا کریں۔ مگر نماز کی قنوت میں عربی عبارتیں ضروری نہیں قنوت ان دعاؤں کو کہتے ہیں جو مختلف وقتوں میں مختلف صورتوں میں پیش آتی ہیں سو بہتر ہے کہ ایسی دعائیں اپنی زبان میں کی جائیں قرآن کریم اور ادعیہ ماثورہ اپنے طور پڑھنی چاہئیں جیسا کہ پڑھی جاتی ہیں مگر جدید مشکلات کی قنوت اگر اپنی زبان میں پڑھیں تو بہتر ہے تا اپنی مادری زبان نماز کی برکت سے بے نصیب نہ رہے قنوت کی دعاؤں کا التزام حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے بعض پانچوقت کے قائل ہیں اور بعض صبح سے مخصوص رکھتے ہیں اور بعض ہمیشہ کے لئے اور بعض کبھی کبھی ترک بھی کر دیتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ قنوت مصائب اور حاجات جدیدہ کے وقت یا ناگہانی حوادث کے وقت ہوتا ہے چونکہ مسلمانوں کے لئے یہ دن مصائب اور نوازل کے ہیں اسلئے حکم ہے کہ صبح کی نماز میں قنوت ضروری ہے قنوت کی بعض دعائیں تو یہی ہیں مگر مشکلات جدیدہ کیوقت اپنی عبارتیں استعمال کرنی پڑے گی۔ غرض نماز کو مضروا بنانا چاہئے جو دعا اور تسبیح تہلیل سے بھری ہوئی ہو۔

اور دعا اور استغفار اور درود شریف کا التزام رکھنا چاہئے اور ہمیشہ خدا تعالیٰ سے نیک کاموں اور نیک خیالوں اور نیک ارادوں کی توفیق مانگنی چاہئے کہ بجز اوسکی توفیق کے کچھ نہیں ہو سکتا یہ ہستی سخت ناپایدار اور بے بنیاد ہے غفلت اور غافلانہ آسائش کی جگہ نہیں ایک سال بھی زندہ رہے بڑے انقلاب شیدہ رکھتا ہے خدا تعالیٰ اسے عافیت مانگنی چاہئے اور ہراساں اور ترساں رہنا چاہئے کہ وہ ڈرنیوالوں پر رحم کرتا ہے اگرچہ وہ گنہگار ہی ہوں اور چالاکوں اور خود پسندوں اور ناز کرنیوالوں پر اسکا قہر نازل ہوتا ہے اگرچہ وہ کیسے ہی اپنے تئیں نیک سمجھتے ہوں۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۱ - جنوری سنہ ۱۸۹۲ء

مسئلہ اور پہلے بیانات سے صاف ہو چکا ہے کہ تمام نیکی اور دینداری کی بنیاد خدا ترسی ہے اور تمام بدی اور بدی کی بنیاد اس کا خلاف ہے پس جو ڈرتا ہے وہ ہر طرح سے اپنی اصلاح کرتا اور فساد سے بچتا ہے اس کی آنکھیں روشن اور عقل صاف و صحیح ہو جاتی ہے ہر طرح کے ظلم و فساد سے اس کی روح پاک اور دور رہتی ہے برعکس اس کے جو بیباک ہے وہ ہمیشہ بدی اور فساد کی طرف مائل رہتا اس کی آنکھیں اندھی اور عقل خراب رہتی ہے ہر طرح کی شرارت اس کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح پر اس کا نیک برباد ہو جاتا اور ظلم و شرارت کی وجہ سے دنیا میں جلد تر ذلیل و خوار اور نیست و نابود ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون کیا اللہ کے نامعلوم فطرتوں سے نڈر ہو گئے ......

.... اور اللہ کے

نامعلوم فعلوں سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو برباد ہونے والے ہیں مگر کبھی اس وقت تک انسان کو اچھا معلوم ہوتا ہے جب تک خدا کی لعنت پڑتی ہے بلکہ شرک میں مبتلا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ خدا کی عظمت و ہیبت اس کے اندر کچھ نہیں۔ تبھی ایک انسان یا حیوان یا پتھر یا جانور یا سورج یا ستارہ کو خدا بناتا اور اس کے آگے جھکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے قال یقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ افلا تتقون ۞ (ہود) یعنی کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارے واسطے اس کے سوائے اور کوئی معبود نہیں پس کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے ہو (جو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہو) واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ولبئس المہاد۔ جب اس کو کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تب اس کو رعونت گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے۔ پس ایسے شخص کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل بیت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرست ہیں۔ ۱۸۔ اگست ۱۹۰۳ء کو بعد دوپہر آپ ادائے شہادت کیلئے گورداسپور تشریف لے گئے اور ۱۹ کی شام کو گورداسپور سے روانہ ہو کر رات کو بٹالہ قیام فرمایا اور ۲۰ کی صبح کو مع الخیر دارالامان میں وارد ہوئے اس اثنا میں مندرجہ ذیل وحی آپ پر نازل ہوئی۔

۱۵۔ اگست بعد دوپہر | (۱) ساکرمک اکراما عجبا (۲) انا حسنا ... (۳) ساکرمک اکراما عجبا (۲) ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنٰہما (۳) قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون (۵) یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرہم فی خوضہم یلعبون (۶) ما انزل فی ذلک الیوم من تفاوت

۱۹۔ اگست | الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الم یجعل کیدہم فی تضلیل۔

مندرجہ بالا الہامات کو روپ اسپور میں مقدمہ میں پیش ہونے سے پیشتر ہم کو سنائے گئے اور انکا ظہور جس رنگ میں ہوا انشاء اللہ ہم بعد میں انشاء اللہ دکھائیں گے

۲۰۔ اگست | کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔

۲۲۔ اگست | خدا کی پناہ میں عمر گذارو

قادیان میں حضرت اقدس کو ایک الہام یہ بھی ہوا تھا انی اری الرحمٰن حل علیہ علی الارض۔ اس کی تشریح حضرت اقدس نے یہ فرمائی ہے کہ میں رحمان کو دیکھتا ہوں یعنی اگرچہ خدا رحمان ہے مگر گناہ حد سے بڑھ گیا ہے جس سے اس کا غضب نازل ہو گیا ہے

۲۔ بزرگان ملت بھی خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہیں۔

۳۔ ہفتہ رواں میں بھی بارش خاص ہوگئی۔

۴۔ حضرت اقدس کا سفر گورداسپور ایک جدا مضمون ہے جو کسی وقت انشاء اللہ الحکم میں نکلے گا۔

۵۔ دارالامان کا تعلیم الاسلام ہائی سکول ۲۰ اگست ۱۹۰۳ء سے یکم اکتوبر تک موسمی تعطیلات کے لئے بند کیا گیا بورڈر اپنے گھروں کو رخصت ہوئے۔

اطلاع

بعض احباب باوجود کہ پہلے لکھا گیا تھا کہ نمبر ۲۸، ۳۱، ۲۴ الحکم اگست اور ستمبر کے اخبارات کے ساتھ ہر ہفتہ چار صفحہ زائد چھپکر روانہ کئے جاویں گے۔ پھر بھی ان نمبروں کو طلب کرتے ہیں ۱۰۔ اگست سے الحکم ۲۰ صفحوں پر اسی لئے شائع ہوتا ہے یہ زائد صفحے اسی تلافی مافات کے لئے ہیں۔ آئندہ یاد رہے۔

منیجر

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خبریں

ایک احمدی گولڑہ میں

ہمارے مکرم و معظم بھائی جناب بابو شاہدین صاحب سٹیشن ماسٹر گوجرخان کا تبادلہ گولڑہ ضلع راولپنڈی کے سٹیشن پر ہوا۔ یہ گولڑہ پیر مہر علیشاہ صاحب کا ہیڈ کوارٹر ہے بعض نادان سمجھتے ہیں کہ بابو شاہدین صاحب ہمیشہ کو ایک سخت مخالف کے علاقہ میں بھیجا اور ان کے پیروؤں کا جو سرحدی علاقہ کے پرجوش پٹھان ہیں زور ہے اور اس لئے وہ اس میں نا ٹھہر سکیں گے۔ مگر ہم ایسی باتوں کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں پیر صاحب اپنی ذمہ واریوں کو خود دیکھتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ بابو شاہدین صاحب کو کسی قسم کا نقصان پہنچے تو کم از کم پیر صاحب یا ان کی جماعت اس کے نتائج سے بری نہیں ہو سکتی ہے۔ اسی حالت میں بابو شاہدین صاحب کے جان و مال کی بلاواسطہ حفاظت کرنا پیر صاحب خود کریں گے اور ہم امید کرتے ہیں کہ بابو صاحب کو گولڑہ سٹیشن پر کوئی ایسا گزند نہ پہنچے گا جس کا ان کو اندیشہ دلایا جاتا ہے بلکہ پیر صاحب اور ان کی جماعت کو اپنے اخلاق کے ظاہر کرنے کا ایک عمدہ موقع ہاتھ آیا اور ہم امید نہیں کرتے کہ وہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے دیں ہم دیکھیں گے کہ پیر صاحب اور انکی جماعت بابو شاہدین صاحب سے کس اخلاق سے پیش آتی ہے۔ محکمہ ریل کے اعلیٰ افسران کو بھی اس امر کا نوٹ ضرور کر رکھنا چاہئیے کہ بابو شاہدین صاحب اس سٹیشن پر ہیں جہاں ان کا ایک سخت مذہبی مخالف اور اس کی ایک جماعت ہے۔ بابو شاہدین صاحب کے اخلاق اور ان کی نرم خوئی جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان میں پیدا کی ہے ہمکو پورا یقین ہے کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تعلیم کا ایک عمدہ نمونہ اس سٹیشن پر دکھائیں گے۔ اور خبر ہے کہ اشتعال ... رفق اور ملاطفت سے اپنے سید و مولا امام کی تعلیم اپنے نمونہ سے پیش کریں گے

ترقی

ہمارے مکرم و مخدوم بھائی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب معقول ترقی حاصل کر کے آگرہ میڈیکل کالج میں پروفیسر ہو کر تشریف لے جاتے ہیں

مبارک ہو

آپ بیتی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اور اس اثنا میں ہماری دوکان مدراس میں الگ شروع ہو گئی جو اس سے پیشتر چند شرکاء کی تھیں چلتی تھی۔ اب سب شرکا نے اپنی اپنی جدا جدا دوکانیں کھول کر شرکت کی دوکان کو بند کر دیا اس اشتراک کی دوکانوں میں چار شریک تھے جن کی اب چار دوکانیں ہو گئیں والد مرحوم نے مجھکو اور ذکریا مرحوم کو یہاں بھیجا اور باقی سب کو ہمراہ لیکر بیت اللہ شریف کو راہی ہو گئے۔ اور یہاں ہمارے بھائی ہم اور دو ہمارے چچا زاد بھائی تھے جو بڑی عمر کے تھے اور معاملہ فہم تھے مگر ہم دو نو بھائی کم سن اور نو آموز۔ غرض والد صاحب کے تشریف فرما ہونے کے بعد چھوٹا بھائی ذکریا مدراس کو اپنی خاص دوکان پر روانہ ہو گیا چونکہ وہ میرے سے زیادہ معاملہ فہم اور طبیعت کا ہر ایک طرح سے تیز تھا اس لئے میرے بڑے بھائی نے اور ان کو وہاں روانہ کر دیا اور میرے دوسرے چچا زاد بھائی کو الگ دوکان پر بٹھایا۔ اور اپنے تئیں اور مجھے بڑی دوکان کے لئے تجویز فرمایا۔ اور بھائی کے خود بھی جلد کسی کام پیش آجانے سے مدراس روانہ ہو گئے اور میں اکیلا یہاں دوکان پر رہ گیا اور اس وقت تک میں گویا ایک آزاد و نہیں ہو سکتا تھا اور اب پابند ہو گیا اس لئے اب کچھ کچھ بوجہ معاملہ کا اور خانہ داری کا محسوس ہونے لگا چونکہ ابتدا سے ہمارے چچا زاد بھائیوں کا کپڑا کا گویا الگ ہی تھا موت معاملہ شرکت کا تھا غرض ہر ایک قسم کی آزمائش ہونے لگی اور بہت جلد طبیعت آئندہ کے لئے ہوشیار ہو چلی تجارت پیشہ میں بھی ایک شمار ہونے لگا۔ اور کچھ عزت اور وقار کی نظر سے وہ جانے جنس میں دیکھا جانے لگا۔ اور بمصداق ؎

بکے رہا جاے نہ جسموں خواں نہ دیگراں
مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی۔

ہر ایک موقعہ اور محل کا فہم گویا خدا نے ہی بخشا گیا اور کوئی ایک برس کے بعد مدراس جانے کی نوبت پیش آگئی والد مرحوم کا حج سے شاید دوسرے یا تیسرے دن کہ معظمہ میں انتقال ہو گیا اور بڑا سخت صدمہ اس حادثہ سے دل کو پہنچا جسکو بیان بھی نہیں ہو سکتا۔ غرض اس حادثہ جانکاہ کے بعد میرا بھائی مجھکو ساتھ لیکر گیا اور مجھے وہاں جاتا پہنچا بعد پہنچنے کے میرے چچا زاد بڑے بھائی جو وہاں موجود تھے وقت وفات تین دن سے اور مجھکو رکا روانہ ہو گئے۔ ان کی اس حرکت سے سخت حیرانی ہو گئی مجھے ایک تو میں بالکل نیا اور پھر ہر ایک مد سے نو آموز دفتر وغیرہ لکھنے کی بالکل تمیز نہ تھی اور نہ کسی اہل معاملہ سے شناسائی کروائی اور نہ کچھ زبان سے کہا اور یکا یک تو یکبارگی چلنے پر آمادہ ہو گئے اور یہاں مجھے گویا قیامت کا سامنا ہو گیا ہزاروں کا لین دین اور مجھے کبھی خبر نہ دار وہ کر کیا ہو سکتا تھا۔ بجز اسکے کہ فقیر درویش بر جان درویش کبھی تو گھبرا کر سر پکڑتا تھا اور کبھی دفتروں کو پاس رکھ کر ساری ساری رات نو دیکھا کرتا تھا اس وقت ایک ایسی مسلمان بھا سکا میں تھے جنکو کام دکان کا کچھ تجربہ تھا ان سے مجھے مدد ملتی ہی غرض پھر ان سب باتوں پر میں بہت جلد حاوی ہو گیا اور ہر معاملہ کے متعلق بھی شوق ہو چلا۔

یاد ایام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام میرا اتصدق (?) قرات کے ساتھ اس مضمون کو بیان کرتے ہے دراصل یہ ہے کہ یہ گویا میری ابتدائی عمر کا ایک تمثیل ہے جسکو آج بھی میں یاد کرتا ہوں تو بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں۔ وہ کیا ہی مبارک حضرت زندگی کا تھا جس میں ہر ایک قسم کی خیر و برکت جمع تھی۔ تجارت ایک محدود دائرے کے اندر چلتی تھی۔ اکثر اسباب بمبئی سے آیا کرتا تھا بمبئی سے مجھکو رسد تیار تھا اور تین مہینے کے اندر اسباب پہنچتا تھا اور جب پہنچتا تھا تو ایکدم ہی تیس چالیس گاڑیوں میں کئی تاجروں کا مال آجاتا تھا گویا ایک تقدیر کی حیثیت ہوتی تھی اور پھر اس اسباب کے آنے سے جو رونق بازار کی ہوتی تھی اس کا نقشہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے غرض بمبئی سے لیکر چالیس فیصدی کے قریب نفع پر دوکان کے چھوٹے چھوٹے بیوپاری مال خرید لیتے تھے اور چار سے چھ ماہ میں روپیہ ادا کرنے کی شرط ہوتی تھی اور اسطرح پچیس سال میں بیس ہزار کے قریب ہماری تجارت چلتی تھی اور سال میں آٹھ مہینے راستہ کھلا رہتا تھا اور چار مہینے بند رہتے۔ موسم کے مخالف ہونیکی وجہ سے جہاز آمد و رفت موقوف رہتی تھی۔ پھر گویا معاش کا ذریعہ اور اسوقت کی تجارت کی حالت تھی اب رہا دوسرا پہلو یعنی خانہ داری کا سو ملاحظہ فرمایئے کہ ہمارے والد اور چچا نے زندگی تک خانہ کی رہائش اور کیا بات میں اور اسوقت شاید پچیس کے قریب آدمی ہمارے کنبے میں ہونگے جو ایک ہی مکان میں رہتے تھے کوئی تین روپیہ کرایہ ماہوار کا مکان تھا جسمیں اچھی طرح سے اوقات بسری ہوتی تھی میرے چچا شاید تیس روپیہ اور میرے والد پندرہ روپیہ ماہوار خرچ کے لئے ادا کیا کرتے تھے ہر ایک چیز ارزان تھی گھی کی شاید دو سوا دو پیر (?) فی من قیمت تھی اور عمدہ سے عمدہ چاول کی قیمت پونے دو سے دو روپیہ تک فی من تھی علی ہذا القیاس ہر ایک خوردنی چیز کا یہ حال تھا اور اس زمانہ میں جو لذیذ اور لطیف غذا کا استعمال ہوا کرتا تھا آج اسکا نام و نشان بھی نظر نہیں آتا۔ ہمدردی اپنے اور بیگانے سے ایسی ہی کہ شادی اور غمی دونوں پہلوؤں کا اثر صاحب خانہ کے برابر دوسروں پر بھی ہوتا تھا۔

خیالی کاموں کی نگرانی صدق اور اخلاص اور محبت سے ہوا کرتی تھی بدستور فقرا و طلباء (?) حسینی نظر آتی تھی اور طالب فریاد ایک مدد کے منتظر ہوجاتے تھے۔ ادنیٰ درجہ کا آدمی یعنی ایک دو روپیہ کا معاش رکھنے والا بھی خرم و خندان نظر آتا تھا مروت۔ محبت۔ سخاوت۔ اخلاق۔ حیا۔ شرم حفظ مراتب ہمدردی ہر ایک قسم کے لوگوں میں پائی جاتی تھی گویا آسمان سے خیر و برکت کی بارش برس رہی تھی علی العموم جمعیت خاطر کے آثار نظر آتے تھے اور ابھی تک گویا وہ منظر آنکھوں کے سامنے ہے اس کے بعد عمر کا دوسرا ثلث ہے جس کی نسبت جی نہیں چاہتا کہ کچھ لکھوں صرف اس قدر اشارہ کافی سمجھتا ہوں کہ بتدریج اس ابتدائی حصہ کی خوبیاں جن کو میں نمونے کے طور پر لکھ آیا ہوں وہ کم ہو گئیں اور آخر حصہ میں وہ سب کی سب کافور ہو گئیں اور ان کی جگہ ناگفتہ بہ باتوں کا مجموعہ اپنے اندر جمع ہو گیا اور صحبت اور مجلس میں وہ ہی رہتی تھی۔ غرض جب تیسرے حصہ کا آغاز ہونے لگا شاید عمر بھی چالیس سے متجاوز ہو گئی تو کچھ کچھ آنکھ کھلنے لگی کہ کس قدر حالات وہی دوسرے حصہ کے باقی اور قائم رہ گئے صرف اتنا فرق پیدا ہوا کہ اپنی حالت کو غور سے دیکھنے لگ گیا اور اچھے اور برے میں تمیز ہونے لگ گئی۔ والدین وغیرہ تو گویا پہلے ہی رخصت ہو چکے تھے اب نوبت اپنے ہمنشینوں کی آئی جو کسی قدر معمر تھے وہ بھی باری باری اٹھنے لگے اور بعض تنگ حالات بھی پیش آنے لگے کچھ تو یہی ناقابل زندگی کا غم اور کچھ تغیرات زمانہ نے یک لخت کر ڈالا گویا صورت محبت اچھے بیگانے اور تنکے کی دوست دشمن سے بد تر نظر آنے لگے۔ گھر کی بات بگڑنے لگی۔ ہم اللہ بھائی تصدق حسین اور دو چچا زاد اور سب عیال اطفال بلکہ بیٹے تک صاحب عیال و اطفال۔ (باقی آیندہ)

مراسلت

ہماری مخالفوں کی حالت قابل غور ہے

اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پچھلے ہفتہ کے ضمیمہ شحنۂ ہند صفحہ ۲ میں ایک مراسلہ ابو السخا محمد رفعت اللہ خان صاحب شاہجہانپوری کے نام سے شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "مرزائیوں کے مکائد" وہ مراسلہ ابو السخا محمد رفعت اللہ خان صاحب کا نہیں ہے بلکہ یہ ایک اور مولوی صاحب کی راست بازی اور صداقت شعاری کا نمونہ ہے جنکا نام نامی و اسم گرامی ابو داؤد مولانا مولوی سید محمد عبد الودود صاحب ہے بات صرف اتنی تھی کہ ڈاکٹر محمد عمر خان صاحب نے (جو کچھ عرصہ ہوا شاہجہانپور تشریف لائے تھے) اثنائے گفتگو میں یہ فرمایا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب اب خاموش ہیں اور کچھ نہیں لکھتے موجودہ احمدیوں میں سے کسی نے شاید انکی تائید بھی کی ہوگی ہاں ایسا ہی ہے۔ اتنی بات کو مولانا ابو داؤد سید محمد عبد الودود صاحب نے جس پیرایہ میں ادا کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ اسپر طرہ یہ کہ اپنی طبع نقاد و ذہن وقاد کے نتیجہ کو کسی نامعلوم مصلحت سے ابو السخا محمد رفعت اللہ خان صاحب سے منسوب کرکے اسکا عنوان قائم فرمایا ہے "مرزائیوں کے مکائد" اخّاہ!! اور کیسے ہی خوب۔ مولانا ہم آپ کو بجز چراغ دار کہنے کے تو کیا کہیں مگر نہایت ادب سے آپ کو آپ کی پاکیزہ کارروائیوں اور پسندیدہ شیوہ بازیوں کی طرف توجہ دلا کر دوسرے گالوں کے نیچے ہے دل کے ساتھ اتنا عرض کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اتق اللہ اتق اللہ اتق اللہ۔

مذکورۂ بالا بیان کی تصدیق کے لیے ذیل میں ہم وہ مضمون بلفظہٖ درج کرتے ہیں جو ہمکو ابو السخا محمد رفعت اللہ خان صاحب نے اسی مضمون کی تردید میں دیا ہے جو انکے نام سے ضمیمہ شحنۂ ہند میں شائع ہوا ہے

و[illegible]

ایک مہربان کی عنایت اور اُس کا شکریہ

یکم اگست کے ضمیمہ شحنۂ ہند میں یہ دیکھکر مجھکو سخت تعجب ہوا کہ اس میں میرے نام سے ایک مضمون جو کہ درج ذیل ہے شائع ہوا ہے

"مرزائیوں کے مکائد"

کچھ عرصہ ہوا کہ شاہجہانپور میں خدا جانے کہاں کا خدائی خوار ایک پنجابی مرزائی آنکلا جس کا بیان تھا کہ میں صرف مرزا صاحب کے مذہب کی اشاعت کے لیے سیر و سیاحت کرتا ہوں پھر کیا تھا یہاں مرزائیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا بڑی آؤ بھگت کی اور مرزائیوں کے گرو گھنٹال نے جنکی بدولت اس شہر میں یہ وبا جاری ہوا ہے اپنے مکان پر مہمان کیا اور خاطر تواضع کی کچھ نہ پوچھیے۔ اس نے قبل اہل حدیث کو میاں کے بعض مرزائی یہ دھوکا دیتے تھے کہ اب عرصہ سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرزا کی حقانیت کے قائل ہو گئے ہیں اور مرزا کو مسیح موعود تسلیم کرتے ہیں اور عنقریب وہ کھلم کھلا بھی اقرار کرینگے۔ اس وجہ سے اب انھوں نے بہت عرصہ سے مرزا کے خلاف کچھ نہیں لکھا ہے کوئی اور رسالہ وغیرہ انکی تردید میں شائع نہیں کیا۔ اس نے اس بیان کی تصدیق بڑے زور شور سے اس نو وارد مرزائی نے بھی کی اور کہا کہ اگر یقین نہ ہو تو ابھی خط بھیجکر دریافت کر لو کہ وہ اب ہرگز مرزا صاحب کے خلاف نہیں۔ اسپر میرے ایک مہربان نے جسے مولوی صاحب موصوف سے خط و کتابت تھی اس بارہ میں استفسار کیا مولوی صاحب موصوف کا جواب بلفظہٖ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ راقم ابو السخا محمد رفعت اللہ خان محلہ شاہجہانپوری۔

گرامی نامہ جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نمبر ۳۷۵

محبی سید صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۱۱ مئی کا محبت نامہ وصول ہوا سنہ ۱۹۰۵ء میں مرزا کی ایسی خبر رہا ہوں جیسی آگے خبر لیتا تھا اور ایسا ہی کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں جیسا آگے سمجھتا تھا جلد ۱۹ رسالہ اشاعۃ السنہ کے کئی نمبروں میں اسکے رد میں کئی مضامین شائع کر چکا ہوں جو سنہ ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئے ہیں اس جلد کی قیمت ۴ روپیہ ہے منگا کر ملاحظہ کریں اگر قیمت نہ دے سکیں تو محصول ڈاک دو آنے خرچ رجسٹری دو آنے کل چار آنے کے ٹکٹ ارسال کریں بعد ملاحظہ رکھ کر یہ آخری جلد بطور امانت واپس کر دیں میرا یہ خط جسکو چاہیں دکھا دیں مجھے کوئی لحاظ کسی مرزائی کا نہیں ہے ابو سعید محمد حسین بٹالوی مہتمم اشاعۃ السنہ۔

حالانکہ میں نے اس وقت تک بذریعہ ضمیمہ کوئی مضمون روانہ کیا نہ ایڈیٹر شحنۂ ہند سے کسی قسم کی خط و کتابت کی ممکن تھا کہ مجھکو پوشیدہ عنایت فرما کا پتہ نہ چلتا مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خط نے مجھکو بتا دیا کہ یہ مضمون ابو داؤد سید عبد الودود صاحب سہسوانی کا ہے کیونکہ یہ خط سید عبد الودود صاحب کے پاس (جب وہ شاہجہانپور میں ابو یحییٰ مولوی محمد صاحب کے ہاں رہتے تھے) آیا تھا اور جو شائع ہونے سے قبل میری نظر سے گذر چکا تھا اور وہ ابتک انہیں کے پاس موجود ہوگا باوجود یہ سمجھ لینے کے بھی پہلے ارادہ تھا میں اسکو ظاہر کروں کہ یہ مضمون میرا نہیں ہے کیونکہ میں مرزا صاحب کی مخالفت سے بچتا ہوں پھر اگر میرے نام سے شائع ہو جاتا کیا حرج مگر دو وجہ سے میں نے اسکا اظہار مناسب سمجھا اول یہ کہ آئندہ میرے مہربان کسی اور کے یا میرے نام سے مضمون شائع نہ کر سکیں دوسرے یہ کہ مضمون میں اصل حقہ نہیں بیان کیا گیا تھا بلکہ میری جانب سے مرزائیوں پر اتہام لگایا تھا پس یہ دیکھکر میں اصل واقعہ کے اظہار پر مجبور ہو گیا کیونکہ ایسا نہ کرنے میں عام طور پر اور خاصکر ان لوگوں کی نظر میں جو اصل واقعہ سے باخبر ہیں میں کاذب سمجھا جاتا اور نیز عند اللہ بھی گنہگار ہوتا۔

* اصل حقہ کا بیان نہ کرنا اور جان بوجھکر اتہام لگانا بہتان کا طوفان اٹھانا کیا ایک سید نیک طینت انسان کا کام ہو سکتا ہے استغفر اللہ۔ افسوس ایک صادق راستباز کی مخالفت نے ان مدعیان علم و فضل کی کہاں تک نوبت پہنچا دی کہ جھوٹ بولنا انکی نظر میں کوئی عیب ہی نہیں رہا اتہام لگانا کوئی معصیت نہیں رہی اسی قسم کی چالاکیوں اور مکاریوں سے کام لیتے ہیں نہ خدا کا خوف ہے نہ مخلوق کی شرم۔ ایڈیٹر